ایک حدیث

مرتے وقت کا مالی ایثار

شیخین اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت یوں نقل کی ہے کہ:

قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الصدقۃ خیر؟ قال ان تتصدق وانت صحیح شحیح تأمل الغنی وتخشی الفقر ولا تدع حتیٰ اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا وقد کان لفلان۔

حضورؐ سے دریافت کیا گیا ہے کہ بہترین صدقہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ صدقہ جو ایسی حالت میں ادا کیا جائے جبکہ تم تندرست ہو اور مال کی محبت موجود ہو اور اس کی موجودگی میں امیر بنے رہنے کی توقع ہو اور نہ ہونے سے محتاج ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ تم اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے مگر جب جان حلق میں اٹک جاتی ہے تو کہنے لگتے ہو کہ اتنا فلاں کا حصہ ہے اور اتنا فلاں کے لئے رکھا تھا۔

مال کی محبت انسان کی فطرت میں کچھ ایسی پیوستہ ہوتی ہے کہ اگر کسی کے پاس ضرورت سے بہت زیادہ دولت بھی ہو تو اسے اپنی ضرورت سے کم ہی سمجھتا ہے اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ کچھ دولت اور بھی ہاتھ آجائے تو اچھا ہے۔ پھر اگر دینے کا وقت آئے تو انسان ہچکچاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جتنا دیں گے اتنا گھٹ جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ دولت اپنے پاس رہنے سے انسان سمجھتا ہے کہ میں غنی رہوں گا اور اگر اسے دے دیا تو محتاج ہو جاؤں گا لینے اور جمع کرنے میں اسے امیر رہنے کی اُمید رہتی ہے اور دینے میں فقر و محتاجی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ جب تک دولت کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے رکھتا ہے اور اسے چھوڑتا نہیں۔ اور اگر دینا ہی پڑے تو اس وقت دیتا ہے جب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ جب اسے یہ نظر آتا ہے کہ اب میرے قبضے سے دولت جا رہی ہے یا اب میرے کوئی کام نہ آئے گی تو وہ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ خوش دلی تو اسے اس وقت بھی نہیں ہوتی۔ اس وقت بھی اسے رقم نکالنا جبر ہی ہوتا ہے لیکن وہ اس لئے نکالنے پر مجبور ہوتا ہے کہ نہ نکالے تو کرے کیا؟

زیر نظر حدیث میں ایسے ہی شخص کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جب اس کی جان پر بن آتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اب یہ دولت میرے ہاتھ سے نکل کر دوسرے وارثوں کے ہاتھ میں جا رہی ہے اور اب میرے کوئی کام نہ آسکے گی تو اس وقت اسے کچھ نیکی کا مجبوراً خیال آجاتا ہے اور اپنا حکم چلانے کے لئے یا ایک مجبورانہ اور فریب کارانہ نیکی کے اظہار کے لئے اپنی فیاضی و دریا دلی اور سخاوت و استغنا کی نمائش کرتا ہے کہ اتنا فلاں کو دے دو اور اتنا فلاں کے حوالے کردو۔ وہ بدبخت کسی

کے لئے کوئی وصیت کرے یا نہ کرے دونوں ہی برابر ہیں۔ اس کے قبضے سے تو بہرحال وہ چیز چلی جائے گی اور دوسرے وارثوں کو مل جائے گی خواہ وہ کسی کے لئے کچھ کہے یا نہ کہے۔

اسی لئے اس حدیث میں دینے کا صحیح موقع یہ بتایا گیا ہے کہ دینا ہے تو اس وقت دو جب مال تمہارے قبضے میں ہو اور تم کو یہ محسوس ہو رہا ہو کہ اگر ہم نہ دیں گے تو غنی بنے رہیں گے اور دیں گے تو گھٹ جائے گا۔ ایسی حالت میں دینا بلاشبہ ایک فیاضی ہے محض دینا ہی فیاضی نہیں بلکہ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ہم نے اپنا ایک فرض پورا کیا۔ دینے میں اسے خوشی محسوس ہو اور یہ اندیشہ اس کے دل میں چٹکیاں نہ لے کہ اس سے ہماری دولت میں کمی آگئی یا ہم محتاج ہو گئے۔ جب مال ہی قبضے سے نکل رہا ہو اس وقت کی فیاضی تو ایسی ہی ہے جیسے ڈوبتے ہوئے جہاز کے مال کو خیرات کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔ یا جیسے ایک بالکل کمزور و بے بس آدمی مار کھانے کے بعد یہ کہے کہ جاؤ ہم نے معاف کر دیا اور ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں لیں گے۔ اگر ایسے آدمی کا معاف کرنا کوئی عفو نہیں تو اس آدمی کی فیاضی بھی کوئی فیاضی نہیں جو مال کو اپنے قبضے سے باہر جاتا ہوا دیکھ رہا ہو۔ اصل فیاضی اور حقیقی صدقہ وہ ہے جو زندگی میں ہو، جو اپنے قبضے میں ہو اور جس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو۔ مرتے ہوئے وصیت کر جانا (جس کی تعمیل بھی مرنے کے بعد ہوتی ہے) کوئی کمال نہیں اسی مضمون کو ایک دوسری روایت میں یوں ادا کیا گیا ہے کہ:

لان یتصدق المرأ فی حیاته وصحته بدرھم خیر له من ان یتصدق عند موته بمائة۔ (رواہ ابوداؤد عن ابی سعید)

اگر کوئی شخص اپنی زندگی اور تندرستی کی حالت میں ایک درہم صدقہ کرے تو وہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ مرتے وقت سو درہم صدقے میں دے دے۔

مال کی محبت جب دل میں پیوست ہو جائے تو اس کا یہ نتیجہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ مرتے وقت بھی اسے کسی کے حوالے کرنا پسند نہیں کرتے۔ مجھے خود کئی ایسے آدمیوں کا علم ہے کہ جو مر گئے مگر کسی کو اپنے مال کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔ ضلع فرخ آباد کے ایک گاؤں میں ایک برہمن کو نمونیہ ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ ڈاکٹر کو بلوا لیا جائے؟ اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ نہ فیس کے لئے میرے پاس روپیہ ہے نہ دوا کے لئے۔ آخر وہ مر گیا۔ اس کے بعد اس کے کمرے کے ایک کونے سے ایک گڑا ہوا گھڑا نکلا جس میں آٹھ سو روپے موجود تھے۔ اسی طرح کانپور میں ایک فقیر مرا تو اس کے کمرے میں کئی سو پونڈ نکلے جو وہاں کے یتیم خانے کو دے دئے گئے۔ اور آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ یہ دونو مرنے والے ایسے تھے جن کے آگے پیچھے کوئی والی وارث یا رشتے دار نہ تھا۔ خدا جانے کتنے انسان اس طرح مر جاتے ہونگے جن کی مدفون دولت کا کسی کو علم بھی نہیں ہوتا۔ یہ اپنی ذات پر کچھ نہیں صرف کرتے تو دوسروں پر کیا صرف کریں گے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ابن مسعود کا یہ قول کتنا دلچسپ اور بلیغ ہے کہ:

یموت احد کم ولا یدع عصبۃ ولا رحما فما یمنعہ ان یضع مالہ فی الفقراء والمساکین؟

(رواہ الطبرانی عن بن مسعود)

بعض لوگ مرتے ہیں اور ان کے آگے پیچھے کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کو اپنا مال فقراء و مساکین کی راہ میں دے دینے سے کیا چیز مانع ہوتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس سوال کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ مال کی غایت محبت، حرص دولت، بخل اور خباثت نفس ایسی بیماری ہے جو انسان کو مرتے وقت بھی مال نہیں نکالنے دیتی اور ایسا بدبخت انسان جب زندگی میں کسی کو کچھ دینا پسند نہیں کرتا تو یہ جذبہ اسے یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے مرنے کے بعد کسی کو کچھ ملے۔ یعنی نہ میرے کام آئے نہ دوسروں کے۔ ایسے مرنے والوں سے یہ پوچھنا چاہئے کہ ایسی دولت کو زمین میں گاڑ کر رکھنے سے کیا فائدہ جو نہ تیرے کام آئے نہ دوسروں کے، بس گڑی رہے اور ابد الآباد تک سڑتی رہے۔

قرآن میں اسی ذہنیت والوں کے لئے یہ وعید آئی ہے کہ:

الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ۰

اور جو لوگ سونا چاندی اندوختہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں صرف نہیں کرتے تو ان کو دردناک سزا کی خوش خبری دے دو۔ اس دن جبکہ اسے آتش دوزخ میں تپایا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا کہ یہ ہے وہ کچھ جو تم نے اپنے لئے اندوختہ کر رکھا تھا۔ لہذا اپنی اندوختگی کا مزہ چکھو۔

ریاض السنۃ

مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

قیمت آٹھ روپے

اسلام کا نظریۂ تاریخ

مصنفہ محمد مظہر الدین صدیقی

قیمت تین روپے

منیجر ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور

ماہنامہ مہر نیمروز کراچی

مہر نیمروز "اسم بامسمّٰی ہے اور قابل اہل، اہل علم و قلم کی ادارت" (ڈاکٹر سید عبداللہ)

مہر نیمروز "پڑھ کر طبیعت خوش ہو گئی ادبی سراغرساں بہت پسند آیا۔ قابل قدر کام ہے" (ڈاکٹر اعجاز حسین)

مہر نیمروز "قدر اول کے رسالوں میں ہے" (ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی)

مہر نیمروز پہنچا۔ جی چاہتا ہے دل کھول کر ادبی سراغرساں کو داد دوں (ڈاکٹر اختر امام)

مہر نیمروز ایک سے ایک بہتر، ادبی سراغرساں نے تو جھنڈے گاڑ دیئے (نواب جعفر علیخاں اثر لکھنوی)

مہر نیمروز آفتاب آمد دلیل آفتاب (رانک رام ایم اے)

مہر نیمروز صاف ستھرا معیاری اور پاکیزہ رسالہ ہے قدیم و جدید کے امتزاج کا حامل (خلیل الرحمن اعظمی)

مہر نیمروز یاران نکتہ داں اور چہ دلا دراست دلکش عنوانات ہیں، سرخیاں الگ مقصد یکساں (ڈاکٹر آفتاب احمد صدیقی)

مہر نیمروز بے باک صداقتوں کا حامل ہو چہ دلا دراست زبردست ادبی جرأت ہے (پروفیسر سعید منیر)

مہر نیمروز نے چونکا دیا اور لکھنے والوں کو سوچنے بچارنے پر مجبور کر دیا اور یہ بہادر ادبی سراغرساں کہیں ملجائے (سلام مچھلی شہری)

مہر نیمروز ایک بہت اچھا شعر ہے اور ادبی سراغرساں اردو کا شرلاک ہومز (خواجہ حسن ثانی نظامی)

مہر نیمروز دیکھا، نفاست خوش سلیقگی، ہر لحاظ سے، (سید وقار عظیم)

مہر نیمروز ایک نئی چیز ہے اور نئی داغ بیل ڈالنے کے حوصلہ کا حامل (سلیم اللہ فہمی)

مہر نیمروز واقعی خوبصورت ہے، کامیاب اور بلند معیار (مرزا ادیب)

مہر نیمروز میں نفاست ذوق، سادگی و پرکاری، خدمت و خلوص کے جذبات نمایاں ہیں، اور نئی نرالی راہ تراشی (نثار احمد فاروقی)

مہر نیمروز معتدل قسم کا میدان کارزار ہے اور اس کی گرم فضا زندگی کی علامت (پروفیسر ارشد)

مہر نیمروز نے بے شمار اُجڑی ہوئی محفلیں اور صحبتیں تازہ کر دیں (پروفیسر اشک)

مہر نیمروز بہت ہی دلچسپ، (رائے بہادر کنور سین بیرسٹر)

مہر نیمروز میں جدت سے کام لیا گیا ہے (بلونت سنگھ)

مہر نیمروز جیسے رسالے کا مدت سے انتظار تھا (ابراہیم جلیس)

پاکستان میں ارسالِ زر کا پتہ:۔ محمد حسان دفتر "مہر نیمروز" ہاؤسنگ یونین ایریا۔ کراچی ۵

ہندوستان میں ارسالِ زر کا پتہ:۔ شاہ محمد زید خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف۔ ضلع پٹنہ